Cambridge International Education

Cambridge International A Level

URDU LANGUAGE & LITERATURE **9866/01**

Paper 1 Reading **For examination from 2027**

SPECIMEN INSERT **1 hour 30 minutes**

0123456789

INFORMATION
- This insert contains the reading passages.
- You may annotate this insert and use the blank spaces for planning. **Do not write your answers** on the insert.

معلومات
- منسلکہ صفحات میں ریڈنگ کی عبارتیں دی گئی ہیں۔
- آپ ان صفحات پر لکھ سکتے ہیں اور خالی جگہوں کو پلاننگ کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔ ان صفحات پر **اپنے جوابات مت لکھیں۔**

This document has **12** pages. Any blank pages are indicated.

© Cambridge University Press & Assessment 2024

سوال نمبر 1–6

مندرجہ ذیل عبارت کو پڑھیے۔

سوال (1–6) کے جوابات کے لیے عبارت کی بنیاد پر بنائی گئی علیحدہ جوابی شیٹ پر (A, B, C یا D) میں سے **کسی ایک** حرف پر نشان لگائیے۔

اسکول میں کھیلوں کے ہفتہ پر رپورٹ

اسکول کی بہترین تعلیمی کارکردگی کے علاوہ ہر سال جولائی کے تیسرے ہفتے کھیلوں کے ہفتے کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ اس میں ہر طرح کے کھیلوں کے مقابلے ہوتے ہیں جس میں نہ صرف طلبا بلکہ اساتذہ بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ چونکہ اس تقریب کا انعقاد تعلیمی سال کے اختتام پر ہوتا ہے اس لیے ہر کسی کو اس تقریب کا انتظار رہتا ہے۔ کھیلوں کا بنیادی مقصد اسکول کی کامیابی کو اجاگر کرنا ہوتا ہے۔ اس موقع پر کھانوں کے اسٹال لگائے جاتے ہیں۔ اسکول کے گراؤنڈ کو رنگ برنگی جھنڈیوں سے سجایا جاتا ہے اور طلبا کو کھیلوں کی طرف راغب کیا جاتا ہے تاکہ وہ مستقبل میں ایک صحت مند زندگی گزار سکیں۔ اسکول میں ایک بہت بڑا اسپورٹس ہال تعمیر کیا گیا ہے جس میں بہت سے کھیل کھیلے جا سکتے ہیں اور اس میں تماشائیوں کے لیے بیٹھنے کا انتظام بھی ہے۔ موسم جیسا بھی ہو اسکول سے چھٹی کے بعد اسکول کے گراونڈ میں ان کھیلوں کی مشق کروائی جاتی ہے کیونکہ اپنی ٹیم کو جتوانا مقابلوں میں حصہ لینے والے ہر کھلاڑی کی اولین ترجیح ہوتی ہے۔

کھیلوں کی اس تقریب کی تیاریاں یوں تو سارا سال جاری رہتی ہیں لیکن جوں جوں دن قریب آتے جاتے ہیں گرم جوشی مزید بڑھ جاتی ہے۔ ویسے تو والدین کو کھیلوں کے ہفتے کے دوران اسکول میں آکر اپنے بچوں کو کھیل میں حصہ لینے اور ان کی حوصلہ افزائی کرنے کی اجازت ہوتی ہے لیکن تقریب کے آخری دن انہیں خاص طور پر مدعو کیا جاتا ہے۔ اس دن ملک کی کسی سیاسی شخصیت کو بھی مہمان خصوصی کے طور پر دعوت دی جاتی ہے۔

تقریب کے شروع میں پرنسپل صاحب مہمان خصوصی کا تعارف کراتے ہیں اور انہیں اسکول کے طلبا اور اساتذہ کی طرف سے خوش آمدید کہتے ہوئے والدین کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں۔ مختصر طور پر وہ اسکول کی تعلیمی کارکردگی کا بھی ذکر کرتے ہیں اور اسکول کی کھیلوں کے مقابلوں میں کامیابی اور قومی سطح پر تمغے اور انعامات جیتنے کا

تذکرہ بڑے فخریہ انداز میں کرتے ہیں۔اپنی تقریر میں وہ اسکول میں مزید بہتری لانے کے لیے مہمان خصوصی کے ذریعے حکومت سے مدد کی درخواست بھی کرتے ہیں۔پرنسپل صاحب کے خطاب کے بعد تقسیم انعامات کی تقریب ہوتی ہے۔ مہمان خصوصی جیتنے والی ٹیموں میں انعامات تقسیم کرتے ہیں۔ مہمان خصوصی کے مختصر خطاب کے بعد قومی ترانہ گایا جاتا ہے اور یوں یہ تقریب اختتام پذیر ہوتی ہے۔

سوال نمبر 7–12

مندرجہ ذیل عبارت کو پڑھیے جس میں سے چھ فقروں کو نکال دیا گیا ہے۔
ہر خالی جگہ (7–12) کو پُر کرنے کے لیے (A–H) میں سے کون سا فقرہ عبارت کو مکمل کرنے کے لیے مناسب ہے۔
دو اضافی فقرے بھی دیے گئے ہیں جنہیں آپ کو استعمال کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

تعلیم نسواں

اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ خواتین کی تعلیم معاشرے کی ترقی کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ایک اندازے کے مطابق دنیا کی تقریباً...7...اور ایسی صورت میں خواتین کو تعلیم سے دور رکھنا یا ان میں رکاوٹیں کھڑی کرنا بے انصافی ہوگی۔ ترقی یافتہ معاشروں میں یہ مشکلات ترقی پذیر ممالک کی نسبت کم ضرور ہیں لیکن پھر بھی ان کی موجودگی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ خواتین کی تعلیم میں رکاوٹوں کی وجوہات میں عموماً گھریلو فرائض، غربت، خصوصی تعلیمی سہولیات کی کمی اور کم عمری میں شادیاں شامل ہیں۔ان مشکلات سے نمٹنے اور تعلیم نسواں کے فروغ کے لیے...8...۔

پاکستان میں لڑکیوں کی تعلیم پر خاطر خواہ توجہ دی جا رہی ہے جن میں لڑکیوں کے لیے تعلیمی وظائف اور دوسری مالی امداد کے علاوہ خواتین کے لیے علیحدہ اسکولوں، کالجوں کا قیام اور خواتین کی تعلیم کے فوائد کو اجاگر کرنے کے لیے...9...۔ان کوششوں کے نتیجے میں خواتین میں تعلیم حاصل کرنے کا جذبہ پیدا ہو رہا ہے اور اس طرح اسکول کالجوں اور یونیورسٹیوں میں خواتین کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ دیہاتوں میں تعلیمی بیداری قابل دید ہے۔ والدین چاہے تعلیم یافتہ نہ بھی ہوں لیکن وہ اپنے بچوں اور خاص کر اپنی بیٹیوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے میں کوشاں ہیں...10...۔والدین کی مدد اور لڑکیوں کی تعلیم میں دلچسپی سے لڑکیوں کے اسکولوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ حکومتی شعبوں میں خواتین ملازموں کی تعداد میں بھی بہتری آئی ہے۔

خواتین کو ماضی میں درپیش مسائل میں سے تعلیم سے محرومی اور ملازمت کے کم مواقع تھے۔ سب سے پہلے یورپ میں...11...اس طرح پہلی بار عورتوں کو مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے اور اپنے مستقبل کے فیصلے خود سے کرنے کا موقع ملا۔

پیشہ ورانہ تعلیم میں بھی خواتین بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی ہیں اور ان کا نجی اور سرکاری اعلیٰ عہدوں پر فائز ہونا ایک خوش آئند بات ہے۔ قومیں تب ترقی کرتی ہیں جب اس کے تمام افراد ملک کی ترقی میں ہاتھ بٹائیں۔ کسی ملک کی معیشت کو...**12**...اگرچہ خواتین کو اب بھی کئی طرح کی مشکلات کا سامنا ہے لیکن انھوں نے اپنی محنت اور لگن سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ تبدیلی کے لیے پوری طرح تیار ہیں۔

سوال نمبر 13–20

مندرجہ ذیل عبارت کو پڑھیے۔

مشترکہ خاندانی نظام کے بارے میں چار نوجوانوں (ندیم، فرحت، عادل اور یاسمین) کے خیالات اور آراء کا موازنہ کیجیے۔ اپنے ہر سوال کے جواب کے لیے علیحدہ جوابی پرچے میں (A, B, C یا D) میں سے کسی **ایک** حرف پر نشان لگائیں۔ **(13–20)**

مشترکہ خاندانی نظام

ندیم: مشترکہ خاندانی نظام صدیوں سے چلا آرہا ہے۔ گھر کا رہنما عموماً ایک بزرگ ہوتا ہے۔ جس کا فیصلہ تسلیم کرنا خاندان کے ہر فرد کا فرض ہوتا ہے۔ گھر کے تمام افراد جو بھی کماتے ہیں خاندان کے بڑے کو بغیر کسی حیل و حجت کے دے دیتے ہیں۔ خاندان کے بڑے کی ذمہ داریاں بھی کوئی کم نہیں ہوتی ہیں۔ خاندان کے رہنما ہونے کے ناطے خاندان کے ہر فرد کے ساتھ مساوی سلوک کرنا اس پر لازم ہوتا ہے۔ وہ اپنے خاندان کی خاطر کوئی بھی قربانی دینے سے دریغ نہیں کرتا ہے جبکہ خاندان کے تمام لوگ ہر قسم کے حالات میں اس کا ساتھ دیتے ہیں۔ اسے ہر ایک کی بات سن کر فیصلہ کرنا پڑتا ہے۔ وہ اس بات کا خیال کرتا ہے کہ کسی کے ساتھ زیادتی نہ ہو اور خاندان کے معاملات بخوشی سرانجام پاتے رہیں۔

فرحت: مشترکہ خاندانی نظام کی کامیابی کی وجہ جہاں مل جل کر رہنا اور ایک دوسرے کی خوشی اور غم میں شریک ہونا ہے وہاں اس کی معاشی وجوہات بھی ہیں۔ ایک گھر میں رہنے سے اخراجات کم ہوتے ہیں کیونکہ گھر کے اخراجات کی ذمہ داری گھر کے بڑے پر ہوتی ہے۔ لوگ اپنے کام پر توجہ دیتے ہیں اور باقی کے سارے معاملات کی ذمہ داری گھر کے بزرگ پر ہوتی ہے۔ کسی ناگہانی مصیبت سے نمٹنے کے لیے پورے خاندان کے لوگ یکجا ہو جاتے ہیں۔ باہمی احترام اور دوسروں کی رائے کی قدر کرنا اور اختلاف رائے کو تسلیم کرنا مشترکہ خاندانی نظام کے دو بڑے اصول ہیں۔ اگر یہ اصول کسی مصلحت کا شکار ہو جائیں تو مشترکہ خاندانی نظام ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔

© Cambridge University Press & Assessment 2024

عادل: مشترکہ خاندانی نظام کی جگہ اب انفرادی خاندانی نظام اپنایا جارہا ہے جس میں صرف چند افراد جیسے خاوند، بیوی اور بچے خاندان کا حصہ ہوتے ہیں۔ انفرادی خاندانی نظام یورپ میں کافی مقبول ہے اور اب دنیا کے دوسرے ممالک میں بھی تیزی سے پھیل رہا ہے۔ ایک آزاد اور خود مختار زندگی گزارنے کے شوق میں شادی کے بعد اکثر نوجوان اپنے خاندان سے دوری اختیار کر لیتے ہیں۔ وہ بزرگ جو مشترکہ خاندانی نظام کو پاکستانی ثقافت کا اہم حصہ سمجھتے تھے اور نوجوانوں کو اپنے خاندان سے علیحدہ رہنے کو معیوب سمجھتے تھے انہوں نے بھی وقت کی ضرورت کے پیش نظر اس حقیقت کو اب تسلیم کر لیا ہے۔

یاسمین: مشترکہ خاندانی نظام کے زوال کا سب سے زیادہ نقصان خاندان کے بڑی عمر کے لوگوں کو ہوا ہے۔ مشترکہ خاندانی نظام کا ایک فائدہ یہ تھا کہ گھر کے بزرگوں کی گھر میں رہ کر دیکھ بھال کی جاتی تھی لیکن انفرادی خاندانی نظام میں ایسا ممکن نہیں ہوتا۔ شادی ہوتے ہی میاں بیوی اپنی آزاد زندگی کے بارے میں سوچنا شروع کر دیتے ہیں۔ یورپ کی طرح اب پاکستان میں بھی بزرگوں کو یا تو ضعیف لوگوں کے لیے بنائے گئے گھروں میں داخل کروا دیا جاتا ہے یا پھر کسی خیراتی ادارے کے پاس بھجوا دیا جاتا ہے جو کہ برصغیر کی ثقافت کے بالکل برعکس ہے۔

سوال نمبر 21–32

مندرجہ ذیل عبارت کو پڑھیے جس میں سے بارہ الفاظ / فقرے نکال دیے گئے ہیں۔
ہر سوال (21–32) کے لیے آپ کو ایسے لفظ / فقرے کا انتخاب کرنا ہے جو جوابی پرچے میں خالی جگہ کو پر کرنے کے لیے مناسب ہو۔ اپنے جواب کی علیحدہ جوابی شیٹ پر (A, B, C یا D) پر نشان دہی کیجیے۔ ہر سوال کے لیے صرف **ایک** حرف پر نشان لگائیے۔
آپ کے جواب کی گرامر کا درست ہونا لازمی ہے۔

شجرکاری کے ماحولیات پر اثرات

درخت ہماری زمین پر قدرت کا ایک انمول تحفہ ہیں۔ درخت نہ صرف سخت گرمی میں ٹھنڈا سایہ فراہم کرتے ہیں بلکہ یہ ماحولیاتی آلودگی کو کم کرنے میں بھی مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ درخت سیلاب کی تباہ کاریوں سے بچاؤ کا ایک اہم قدرتی ...21...۔ ماہرین کے مطابق ماحولیاتی آلودگی سے بچنے کے لیے کسی بھی ملک کے کل رقبے کا پچیس فیصد حصہ جنگلات پر مشتمل ہونا چاہیے کیونکہ جنگلات کی دل کشی سے انسان کو زندگی کی خوبصورتی کا ...22...۔
جنگلات کسی ملک کی معیشت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ گھروں اور دفتروں کی سجاوٹ کے لیے درختوں کی لکڑی سے فرنیچر اور خوبصورت چیزیں ...23...۔
انسانی صحت میں درخت ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ درخت بہت سی نقصان دہ گیسوں کو اپنے اندر ...24... کر لیتے ہیں۔ یہ فضا سے دھول کو بھی اپنے اندر کھینچ کر ہمیں تازہ اور صاف ہوا دیتے ہیں۔ موٹر گاڑیوں اور کارخانوں سے نکلنے والے خطرناک دھوئیں کو بھی کم کرنے کے لیے ہمیں درختوں کی ...25...۔ اسی طرح جنگلات میں اگنے والی کئی طرح کی جڑی بوٹیاں مختلف دوائیاں بنانے کے کام آتی ہیں ۔
دنیا میں جنگلات کی غیر قانونی کٹائی ایک بہت بڑا مسئلہ ہے اور اگر دنیا میں جنگلات کی کٹائی اسی طرح جاری رہی تو اگلے دس سالوں میں جنگلات کا کل رقبہ بیس فیصد رہ جائے گا۔ جنگلات کے ختم ہو جانے سے جنگلی جانوروں اور پرندوں کا کہیں ٹھکانہ نہیں رہے گا اور آخر کار ان کا ہمیشہ کے لیے ...26...۔ جنگلوں میں لگنے والی آگ کو اگر

جلد نہ روکا گیا تو ہر سال ہزاروں درخت جل کر راکھ ہو جائیں گے جس کے نتیجے میں ماحولیات کو بہت بڑا نقصان ہو گا۔

پاکستان کے شمالی علاقے اپنی قدرتی خوبصورتی کی وجہ سے بہت مشہور ہیں اور جنگلات یہاں کی زندگی کا بہت ...27...۔ پہاڑوں پر سے گرنے والے بڑے بڑے پتھروں کو نیچے آنے سے روکتے ہیں۔ درختوں کی وجہ سے وادی کا ...28... دو بالا ہو جاتا ہے جسے دیکھنے کے لیے لاکھوں سیاح یہاں چلے آتے ہیں اور مقامی لوگوں کو اس سے ...29...۔ یہاں کی زمین پھل دار درخت اگانے کے لیے کافی موزوں ہے اسی لیے اکثر کسانوں کی آمدنی کا انحصار پھلوں کی ...30... پر ہے۔

بڑھتی ہوئی ماحولیاتی آلودگی کے پیش نظر پاکستان کی حکومت ملک میں جنگلات اگانے پر کافی ...31...۔ صوبہ خیبر پختونخواہ میں بے شمار درخت لگائے جا چکے ہیں۔ اسکول میں بچوں کو شجر کاری کی اہمیت کے بارے میں بتا کر انہیں درخت لگانے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ ملک میں جہاں کہیں بھی خالی زمین ہے وہاں درخت لگائے جا رہے ہیں تاکہ گلوبل وارمنگ کے اثرات کو ...32...۔

سوال نمبر 33–40

مندرجہ ذیل عبارت کو پڑھیے۔

سوال (33–40) کے جواب کے لیے عبارت کی بنیاد پر بنائی گئی علیحدہ شیٹ پر (A, B, C یا D) میں سے کسی **ایک** حرف پر نشان لگائیے۔

تہوار

دنیا کے تقریباً تمام ممالک کی طرح پاکستان میں بھی کئی قسم کے تہوار بڑے جوش وجذبے کے ساتھ منائے جاتے ہیں۔ تہوار منانے کی وجوہات تو مختلف ہو سکتی ہیں لیکن قوموں کی زندگی میں ان کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں۔

صدیوں پہلے دنیا کے کئی ممالک سے لوگ ہجرت کر کے برصغیر پاک وہند میں آباد ہو گئے جن کے مذہب، تہذیب وتمدن اور رسم ورواج ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ دراصل اپنی انہی روایات کو زندہ رکھنے کے لیے یہ لوگ بے شمار تہوار مناتے ہیں اسی لیے اگر برصغیر پاک وہند کو تہواروں کی سرزمین کہا جائے تو غلط نہیں ہو گا۔

اکثریت کی رائے میں تہوار منانے کی وجہ صرف روزمرہ کی مصروفیات سے چھٹکارا یا لطف اندوز ہونا ہی نہیں بلکہ تہواروں سے اپنے قومی اور ثقافتی ورثے کا بھی پتا چلتا ہے۔ لوگ اپنی قومی تاریخ اور بزرگوں کے کارناموں پر فخر محسوس کرتے ہیں اور اپنی نئی نسل کو ان کے آباؤاجداد کے نقش قدم پر چلنے کی ترغیب بھی دیتے ہیں۔

تہوار کے دن سے کچھ عرصہ پہلے ماحول میں خوشگوار تبدیلیاں رونما ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ دکانوں اور بازاروں کی خوب آرائش کی جاتی ہے۔ تحائف کی خریداری کے لیے لوگوں کا ہجوم امڈ آتا ہے۔ بچے، بوڑھے اور نوجوانوں کے چہرے خوشی سے دمک اٹھتے ہیں۔ سنسان گلی کوچوں میں خوب رونق ہو جاتی ہے۔ ٹیلیویژن اور اخباروں میں تہواروں کا خوب چرچا کیا جاتا ہے۔

بیرون ملک رہنے والے لوگوں کے لیے دیارِ غیر میں اپنی مذہبی اور ثقافتی شناخت کو برقرار رکھنا اور بھی ضروری ہوتا ہے۔ اپنے گھروں سے دور رہنے والے لوگ اپنے خاندان والوں کے ساتھ تہوار منانے کے لیے دور دراز کا سفر طے کرتے ہیں اور ایک طویل عرصے کے بعد اپنے پیاروں سے ملاقات تہواروں کی خوشیوں میں چار چاند لگا

دیتی ہے۔ وہ ماضی کے گلے شکوے بھلا کر نئی دوستی کا آغاز کرتے ہیں۔ اس موقع پر بیرون ملک سے آنے والے مہمانوں کے لیے خاص کھانوں کا انتظام کیا جاتا ہے۔

پاکستان میں کئی طرح کے مذہبی اور ثقافتی تہوار منائے جاتے ہیں۔ ان میں بسنت کا تہوار قابل ذکر ہے۔ بسنت کا تہوار بہت اہمیت کا حامل ہے کیونکہ یہ ہندوستانی اور پاکستانی پنجاب کی ثقافت کا حصہ ہے۔ ویسے تو بسنت چند شہروں میں منائی جاتی ہے لیکن جس طرح یہ تہوار لاہور میں منایا جاتا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ حال ہی میں حکومت نے چند ناخوشگوار واقعات کی وجہ سے بسنت منانے پر عارضی پابندی لگا دی ہے۔ بسنت پر عارضی پابندی سے ہمیں اس بات کا احساس ہونا چاہیے کہ ہم سب کو اپنے تہوار مناتے ہوئے باہمی رواداری کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ کسی بھی غیر اخلاقی حرکت کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے، دوسروں کے جان و مال کا خیال کرنا اور کسی قسم کی قانون شکنی سے اجتناب کرنا چاہیے تاکہ ان تہواروں کے ذریعے سے ہر نسل و مذہب کے لوگوں کو امن اور بھائی چارے کا پیغام پہنچے۔

بہر حال اگر بسنت کے تہوار پر ماحول میں خوشگوار تبدیلیوں کا ذکر کیا جائے تو بسنت کی آمد کی خوشی میں گلی کوچوں اور بازاروں کی رونقیں دوبالا ہو جاتی ہیں۔ رنگ برنگی پتنگیں فضا میں ایک عجیب سا سماں پیدا کر دیتی ہیں اور یوں پورا آسمان رنگین ہو جاتا ہے۔ ایک دوسرے کی پتنگیں کاٹنے کا نظارہ بھی بہت دلکش ہوتا ہے۔

تہواروں کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس موقع پر لوگ اپنے ارد گرد رہنے والے ضرورت مند لوگوں کو نہیں بھولتے اور ان کی مدد کر کے انہیں بھی ان خوشیوں میں شریک کرتے ہیں۔ اس طرح امیر و غریب کے درمیان فاصلے کم کرنے میں مدد ملتی ہے۔ تہوار ہمیں مشکل وقت میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا درس دیتے ہیں اور یہی تہواروں کی اصل روح ہے۔

BLANK PAGE

Permission to reproduce items where third-party owned material protected by copyright is included has been sought and cleared where possible. Every reasonable effort has been made by the publisher (Cambridge University Press & Assessment) to trace copyright holders, but if any items requiring clearance have unwittingly been included, the publisher will be pleased to make amends at the earliest possible opportunity.

Cambridge International Education is the name of our awarding body and a part of Cambridge University Press & Assessment, which is a department of the University of Cambridge.

© Cambridge University Press & Assessment 2024